امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر
اور
امام صاحبؒ کا ایک ہزار رکعت نفل ادا فرمانا۔
مصنفین:
مفتی مظفر حسین قاسمی صاحب
محسن اقبال صاحب
Www.AlnomanMedia.com
النعمان سوشل میڈیا سروسز

امام ابوحنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا

حضرت مولانا پیرزادہ مفتی مظفر حسین قاسمی مخدومی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وصدر مفتی دارالعلوم سوپور

شریعت میں دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک مسائل واحکام ہوتے ہیں، دوسرے واقعات، حکایات اور تجربات ہوتے ہیں۔ احکام و مسال کا ثبوت شرعی دلائل، قرآن وحدیث، اجماع امت اور قیاس شرعی سے ہوتا ہے، جب کہ واقعات وحکایات اور قصص کا ثبوت مستند تواریخ کتب سے ہوتا ہے اور تجربہ کا تعلق بار بار کے مشاہدے اور کسی چیز کو استعمال کرنے کے بعد یکساں نتیجہ سامنے آنے کے بعد ہوتا ہے، جس طرح شرعی مسائل کا اثبات تاریخی دلائل سے ناممکن ہے اسی طرح تاریخی واقعات وتجربات کے قبیل کی چیزوں میں قرآن و حدیث سے دلیل طلب کرنا غلطی ونادانی ہے، واقعات وحکایات کا ثبوت اگر مستند تاریخی حوالجات سے ہمارے پاس موجود ہے اور اس کے تسلیم کرنے میں کوئی شرعی قباحت بھی نہیں ہے تو اس کو ماننا اور تسلیم کرنا ضروری ہے، ایسے ہی اگر خرابی بھی نہیں ہے تو اس کا انکار کرنا بداہت کے انکار کے مترادف ہوگا، ہم اس سلسلے میں چند واقعات وتجربات مستند کتابوں کے حوالے سے نقل کریں گے، ان واقعات کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ واقعہ کو سمجھنا آسان ہوگا۔

(۱) امام بخاریؒ بچپن میں نابینا ہوگئے، ان کی والدہ ماجدہ بہت پریشان ہوگئیں اسی پریشانی کی حالت میں سیدنا حضرت ابرہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو حضرت ابراہیمؑ نے امام بخاریؒ کی والدہ سے فرمایا کہ اے نیک بخت خاتون تیرے کثرت سے دعا مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لڑکے کی آنکھوں کی روشنی واپس لوٹائی صبح کو جب بیدار ہوئے تو واقعی امام بخاریؒ کی روشنی بالکل ٹھیک تھی۔

(ہدیۃ الساری ۱/ ۶۶۲)

کیا اس واقعہ کو ہم سب صرف اس بنا پر تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ یہ مستند تواریخ میں موجود ہے؟

(۲) مشہور اہل حدیث عالم مؤلف علامہ وحید الزمان امام بخاریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا قحط ہوا، لوگوں نے پانی کے لئے کئی بار دعا کی پر پانی نہ بڑا آخر ایک نیک شخص آئے، قاضی سمرقند کے پاس اور اس سے کہا کہ میں تم کو ایک اچھی صلاح دینا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا بیان کرو، وہ شخص بولے تم سب لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امام بخاریؒ کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ سے دعا کرو شاید اللہ جل جلالہ ہم کو پانی عطا فرمائے۔ یہ سن کر قاضی نے کہا کہ تمہاری رائے بہت خوب ہے اور قاضی سب لوگوں کو ساتھ لے کر امام بخاریؒ کی قبر پر گیا اور لوگ وہاں روئے اور صاحب قبر کے وسیلے سے پانی مانگا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شدت کا پانی برسانا شروع کیا یہاں تک کہ شدت بارش سے سات روز تک لوگ خرتنگ سے نہیں نکل سکے۔

(تیسیر الباری ۱/ ۲۲)

(۳) یہی مولانا وحید الزماںؒ لکھتے ہیں، وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کفن دینا تین کپڑوں میں جن میں نہ قمیص ہو نہ عمامہ (یہی سنت ہے اور قمیص وعمامہ دونوں بدعت ہیں) ہم نے ایسا ہی کیا جب ان کو (امام بخاریؒ) کفن میں لپیٹا اور نماز سے فارغ ہوئے اور قبر میں رکھا تو ان کی قبر سے مشک کی طرح خوشبو پھوٹی اور بہت دنوں تک یہ خوشبو باقی رہی یہاں تک کہ کتنے دنوں تک لوگ انکی قبر کی مٹی لے جاتے تھے (سبحان اللہ یہ حدیث شریف کی خدمت کی برکت تھی) آخر ہم نے ان کی قبر کے گرد لکڑی کا جال بنا دیا......

(تیسیر الباری ۱/ ۲۲)

حافظ ابن حجر شارح بخاری نے بھی مقدمہ شرح بخاری ۱/ ۶۸۱ پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

(۴) اہل حدیث کے عظیم محدث عبد الرحمان مبارکپوریؒ نے شرح ترمذی (تحفۃ الاحوذی) میں بخاری کے اجتماعی وانفرادی طور پر ختم کے تبرکات کے چند واقعات وتجربات درج کئے ہیں۔

الف......حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ بخاری شریف کا ختم کرا کے بارش مانگی جاتی تھی اور وہ قبول ہوتی تھی۔

(تحفۃ الاحوزی ۱/ ۵۷)

(ب) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ بہت سارے مشائخ ومعتبر علماء نے اس بات کا تجربہ کیا کہ جب بھی انہوں نے حصول مراد، پریشانی کے دفاع، حاجت روائی، مصائب بیماریوں، پریشانیوں، شدائد کے رفع کرنے اور صحت کے لئے بخاری شریف کا ختم کیا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ان کی مرادیں پوری ہوئیں اور وہ منزل مقصود کو پہنچ گئے اور انہوں نے اس ختم بخاری کو تریاق پایا اور علماء حدیث کے نزدیک یہ واقعات مشہور ہیں۔

(ج) سید جمال الدین محدث نے اپنے استاذ سید اصیل الدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے صحیح بخاری کا تقریباً ایک سو بیس مرتبہ مصائب ومشکلات میں اپنے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے ختم کیا اور جس نیت سے میں نے اس کو پڑھا وہ مراد مجھے مل گئی اور مقصد ہاتھ آ گیا۔

(تحفۃ الاحوزی ۱/ ۵۷)

اس واقعہ کو مولانا وحید الزماں نے بھی تیسیر الباری ۱/ ۲۵ میں نقل کیا ہے۔

(د) مولانا عبد الرحمان مبارک پوریؒ خود فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں، بہت سے علماء نے اس زمانے میں شفاء امراض، رفع بلیات وحصول مقاصد کے لئے بخاری شریف کے ختم کو جائز قرار دیا ہے، لوگ اکھٹے جمع ہو کر ایک ایک پارہ ہاتھ میں لے کر پڑھتے ہیں کوئی پہلا پارہ پڑھتا ہے کوئی دوسرا پارہ اور کوئی تیسرا پارہ پڑھتا ہے اسی طرح اجتماعی طور پر اس کا ختم کرتے ہیں، اور پھر اجتماعی طور پر مرضوں کی شفاء، رفع بلیات اور مقاصد کی برآوری کے لئے دعائیں مانگتے ہیں، اور ان حضرات کی دلیل ہے کہ بخاری شریف کو پورا پڑھ کر اس کا ختم شریف بیماری کی شفاء، مصائب سے نجات اور حصول مقاصد کے لئے تعویذ کی طرح ہے اور جس تعویذ میں شرکیہ کلمات اور بے معنی الفاظ نہ ہو وہ بالاتفاق جائز ہے۔

(مقدمہ تحفہ ۱/ ۵۷)

ایک اہم سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سوال: اگر کہا جائے کہ ختم شریف بخاری کے رقیہ ہونے کا علم ان کو کیسے ہوا، جب کہ بخاری شریف کے ختم کا رقیہ (تعویذ) ہونے کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے ہے اور نہ ہی اجماع امت سے ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ قرآنی آیات، ذکر و دعاءِ ماثورہ وغیرہ کا رقیہ ہونا اور انکا تعویذ لینا یا بنانا بیماری وغیرہ میں، اس کا ثبوت قرآن و حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ یہ تجربات پر موقوف ہیں، پھر مولانا عبدالرحمان نے حضرت ابوسعید کا وہ مشہور واقعہ نقل کیا کہ جب بادشاہ کو کسی موذی جانور نے ڈس لیا تو انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

(مقدمہ تحفہ ۱/۵۷)

مولانا صادق سیالکوٹی معروف اہل حدیث عالم نے اپنی مشہور کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں دفع بلیات اور حصول مقاصد کے لئے ختم یونس علیہ السلام کے مختلف طریقے نقل کئے ہیں اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ سب طریقے نقل کرتے، کیا اس قسم کے واقعات اور تجربات کا کوئی محض اس بنا پر انکار کریگا کہ انکا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے؟

اہل حدیث کے مشہور عالم مولانا عبدالرحمان مبارک پوریؒ کے فرمان کے مطابق ان امور کا ثبوت قرآن و حدیث پر موقوف نہیں ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ انکا ثبوت تاریخی شواہد اور تجربات پر موقوف ہے۔ اس مختصر تمہید کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے کے واقعہ کا تعلق آیا مسائل و احکام سے ہے کہ اس میں قرآن و حدیث سے ثبوت کی ضرورت ہے یا محض واقعات سے تعلق رکھتا ہے جس میں صرف مستند اور قابل اعتبار حوالہ کی ضرورت ہے، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا اس بارے میں کوئی تاریخی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے؟ آپ کسی بھی مستند سوانح حیات (جو امام صاحبؒ کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہو) کو اٹھا کر مطالعہ کریں آپ کو ضرور یہ واقعہ مختلف پیرایہ میں نقل کیا ہوا ملے گا، ہم مختصر چند حوالے یہاں نقل کرتے ہیں۔

(الف) روی الخطیب عن حماد بن نس قال سمعت اسد بن عمر یقول صلی ابو حنیفة فیما حفظ عنه صلوٰة الفجر بوضوء العشاء اربعین سنة

خطیبؒ نے حماد بن یونس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اسد بن عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

(ب) امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ جا رہا تھا تو میں نے سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ یہ ابوحنیفہؒ ہے جو رات کو نہیں سوتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ یہ میرے بارے میں وہ باتیں کہہ رہے ہیں جن پر میرا عمل نہیں ہے اس کے بعد امام صاحب راتوں رات دعاء، نماز اور تضرع میں بیدار رہتے تھے۔

(ایضاً)

(۲) مرقات شرح مشکوٰۃ ۱/۷۷ میں ہے:

قال اسد بن عمر و صلی ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ صلوٰۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ

حضرت اسد بن عمرو نے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

(۳) امام بخاریؒ کے استاذ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں

(ویحک ان تقع فی رجل صلی خمساً و اربعین سنۃ بوضوء واحد)

(شامی ۱/ ۶۶ مرقات ۱/ ۷۷)

افسوس ہے کہ تم اس شخص کی برائی کر رہے ہو جس نے ۴۵ سال ایک ہی وضو سے نمازیں پڑھیں۔

اتنا ہی نہیں جو شخص فن اسماء رجال سے معمولی مناسبت بھی رکھتا ہو وہ ضرور اس بات سے واقف ہوگا کہ اس قسم کے واقعات دیگر اکابر علماء سے بھی منقول ہیں، مثلاً مشہور محدث یزید بن ہارون کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۹۲، خطیب بغدادی ۱۴/ ۳۳۷)

سلیمان بن طرخانؒ کا معمول ہی چالیس سال تک یہ رہا ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۷/ ۱۸)

یہ صرف دو محدثین کا حال لکھا گیا ورنہ اس قسم کے بہت سے واقعات مستند تواریخ اور کتب سیر میں درج ہیں، تو جب امام ابوحنیفہؒ اور دیگر اکابرِ علماء کے بارے میں تاریخی طور پر یہ واقعات ثابت ہیں تو پھر ان کے ماننے میں کیا اشکال ہے؟

یہ واقعہ شرعاً و عقلاً ممکن ہے:

احادیث شریفہ میں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت آئی ہے مثلاً بخاری شریف میں ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم یستحب تاخیرھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز میں دیر کرنا اور تاخیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے بعض احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف رات کے بعد تک عشاء کی نماز مؤخر کر کے پڑھتے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

اخر النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم صلوٰۃ العشاء الی نصف اللیل ثم صلی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشا کی نماز آدھی رات تک موخر کر کے پڑھی ایک مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد داؤد داشری شرح بخاری میں لکھتے ہیں، بہر حال عشاء کی نماز کے لئے تاخیر مطلوب ہے۔

(شرح بخاری ۱/ ۲۶۳)

اگر ان احادیث کی روشنی میں کوئی شخص نصف رات سے قبل اپنے ضروری اعمال اور کاموں سے فارغ ہو کر نصف شب کے بعد وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھے تو صبح تک اس کا وضو باقی رہنا اور اس سے صبح کی نماز پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے چونکہ احناف کے یہاں ان احادیث کی روشنی میں تاخیر عشاء مستحب ہے، اس لئے ممکن ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ عشاء سے قبل اپنے ضروری مشاغل سے فارغ ہو کر وضو کر کے تاخیر کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھتے ہونگے پھر اسی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہونگے۔ یہ تو عام آدمی کے لئے بھی ممکن ہے، حضرت امام

ابوحنیفہؒ جیسے مقتدر ہستی کے لئے ان احادیث کے روشنی میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا بہت آسان تھا،لیکن کچھ سطحی علم رکھنے والے حضرات اور کچھ امام ابوحنیفہؒ سے بغض اور بیر رکھنے والے اس طرح کے سوالات کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پھر تدوین فقہ، تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کس طرح ادا کرتے ہوں گے، حقوق زوجیت کس طرح انجام دیتے تھے؟

کیا شریعت میں اس طرح کی عبادت شاقہ کی اجازت ہے؟ اور کیا یہ خلاف سنت نہیں ہے؟ مناسب ہے کہ اس قسم کے سطحی سوالات کے بارے میں مختصراً کچھ لکھا جائے تا کہ کم علم رکھنے والے باخبر ہوں اور خدا واسطے بغض رکھنے والوں کی زبان طعن بند ہو جائے۔

جاننا چاہئے کہ شریعت میں عباداتِ شاقہ کی ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو ظاہری عبادتوں میں مشغول ہو کر فرائض اور دیگر اہم واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کریں، لیکن جو لوگ کوتاہی کے مرتکب نہ ہوں ان کے لئے ممانعت بھی نہیں ہے۔ گویا شریعت میں جہاں کثرت عبادت کی ممانعت آئی ہے وہاں وہ لوگ مراد ہیں جو دیگر فرائض اور احکام شرعیہ کو ضعف کی بنا پر ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتے ہیں اور تاریخ میں جن اولوالعزم، صاحب عزیمت لوگوں کی کثرت عبادت کے واقعات درج ہیں ان کے بارے میں گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ دیگر فرائض کے بارے میں کوتاہی کرتے ہونگے اور اس بات پر اچھی طرح غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جس شخص پر جتنی بڑی ذمہ داری ہوتی ہے وہ اس بارے میں اتنا ہی فکر مند ہوتا ہے اور ظاہری حدیث کو دیکھ کر مقتدر اور مقتدیٰ علماء کو ملامت کا نشانہ بنانا اور ان کو خلاف سنت کا مرتکب ٹھہرانا انتہائی نادانی کی بات ہے اور اگر یہی معیار سب کیلئے روا رکھا گیا تو امت کے جلیل القدر انسان بھی پھر اس زد سے نہیں بچ سکتے ہیں۔

(۱) مثلاً نکاح کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارک ہے اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت سے اعراض کرنے والے کو یہ دھمکی دی ہے (فمن رغب عن سنتی فلیس منی) لیکن حافظ ابن تیمیہؒ، حضرت امام نوویؒ، حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومیؒ نے زندگی بھر شادی ہی نہیں کی، کیا کوئی شخص ان تینوں کو ترک سنت کا مرتکب قرار دے کر مذکورہ وعید کا مستحق قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہے؟ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ علمی خدمات جہاد بالقلم، اصلاحِ خلق میں اس قدر مشغول ہوئے کہ ان کو شادی کا موقع ہی نہیں مل سکا، اسی طرح اگر امام ابوحنیفہؒ امت کے مسائل اور قرآن وحدیث سے احکام کو مستنبط کرنے کے لئے اور امت اور عوام الناس کے درد وغم میں راتوں کی نیند چھوڑ کر بیدار رہ کر امت کی سہولت کے لئے محنت کرتے تھے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے مذکورہ واقعہ میں جو تفصیل آئی ہے اس میں بھی درج ہے کہ آپؒ دوپہر کو سنت کے مطابق قیلولہ بھی فرماتے تھے اور آج کے گئے گزرے دور میں بھی جو لوگ پڑھنے لکھنے، تصنیف وتالیف سے شغف رکھتے ہیں اگر آج کا عام آدمی ان کی محنت شب بیداری کو دیکھے گا تو اس کو امام صاحبؒ کے مذکورہ واقعہ کو تسلیم کرنے میں کوئی حیرانی نہ ہوگی، رہا حقوق زوجیت ادا کرنے کا معاملہ تو وہ دن میں بھی ادا ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں ہے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ذاتی واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال، رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرأۃ فاعجبتہ فاتی سودۃ رضی اللہ عنہا وھی تصنع طعاما وعندھا نساء فاخلینہ فقضیٰ حاجتہ ثم قال ایما رجل رای امرأۃ تعجبہ فلیقم الی اھلہ فان معھا مثل الذی معھا

(مشکوۃ ۲/۲۶۹)

توجب حافظ ابن تیمیہؒ وغیر مستقل ترک سنت کی بنا پر موردِ الزام نہ ٹھہرے تو امام ابو حنیفہؒ کے واقعے کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے جب کہ اس میں شرعی قباحت بھی نہیں ہے۔

(۲) مثلاً بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم کتنے عرصہ میں قرآن کریم ختم کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہر رات میں ایک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اقراء فی کل سبع لیال مرة

(بخاری شریف ۲/۷۵۵)

یعنی ہفتہ میں صرف ایک ہی مرتبہ ختم کیا کرو ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے:

فاقرا فی سبع و لا تزد علی ذلک

(بخاری شریف ۲/۷۵۶)

یعنی ہفتہ میں صرف ایک قرآن پڑھا کرو اور اس سے زیادہ مت کرو اور بعض روایات میں تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی ممانعت آئی، لیکن دوسری طرف ترمذی شریف میں ہے حضرت عثمانؓ ایک رات میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔

(ترمذی شریف ۲/۱۶۶)

مولانا عبدالرحمان مبا کپوری معروف اہل حدیث عالم نے شرح ترمذی میں مختلف حضرات کے واقعات نقل کئے ہیں، مثلاً: تمیم داریؓ پوری رات جاگ کر ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے، عبداللہ بن زبیرؓ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے، سعید بن جبیرؒ گھر میں ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے، صالح بن کیسانؒ سفر حج میں ایک ہی رات میں دو قرآن پڑھتے تھے، منصور بن زاذانؒ ایک دن میں دو قرآن پڑھتے تھے، ایک قرآن چاشت کی نماز میں اور دوسرا عصر تک پڑھتے تھے پوری رات جاگتے رہتے تھے اور رمضان المبارک میں مغرب وعشاء کے درمیان دو قرآن پڑھتے تھے، ان واقعات کو نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں کہ اگر تم محدثین کے احوال کی تحقیق کروگے تو تم ایک بڑی تعداد کو تین دن سے کم میں قرآن ختم کرتے ہوئے پاؤگے کیا بخاری شریف وغیرہ کی احادیث دیکھ کر کوئی ان محدثین کو بھی خلاف سنت یا عبادت شاقہ برداشت کرنے کا طعنہ دیگا؟

(۳) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم الدہر یعنی مسلسل روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ بخاری کی روایت میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا صام من صام الابد مرتین

(بخاری شریف ۱/۲۶۵)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اسکا روزہ ہی نہ ہوگا۔

اس حدیث شریف کے ظاہری الفاظ سے صوم الدہر کی ممانعت ثابت ہوئی ہے لیکن امت میں بے شمار ایسے لوگ گذرے ہیں جو صائم الدھر تھے مثلاً امام شعبہ بن الحجاجؒ، امام وکیع ابن الجراحؒ، حضرت امام بخاریؒ صائم الدھر تھے کیا ان لوگوں کو بدعتی کہا جاسکتا ہے؟ بلکہ صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ یہ ممانعت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن سے دیگر فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

(۴) اسی طرح مولانا وحید الزمان اہلحدیث عالم امام بخاریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک بار امام بخاریؒ بیمار ہوئے ان کا قارورہ طبیبوں کو بتلایا (یعنی ڈاکٹروں کو ان کا پیشاب ٹسٹ کے لئے دکھایا گیا) انہوں نے کہا یہ قارورہ تو راہبوں کا سا ہے جو سالن نہیں کھاتے پھر امام بخاریؒ نے اس کی تصدیق کی اور کہا چالیس برس سے میں نے سالن نہیں کھایا (یعنی سوکھی روٹی پر قناعت کی) طبیبوں نے کہا اب تمہاری بیماری کا علاج یہ ہے کہ سالن کھایا کرو انہوں نے قبول نہیں کیا۔

(تیسیر الباری ۱/۱۱، فتح الباری ۱/۲۶۶)

کیا کوئی مسلمان امام بخاری جیسے امیر المحدثین فی الحدیث کو راہبوں جیسی زندگی بسر کرنے اور اپنے آپ کو اتنی تکلیف برداشت کرنے کا الزام دیکر ان کو خلاف سنت عمل کا مرتکب قرار دے سکتا ہے؟ حالانکہ درست بات یہ ہے کہ یہ محدثین امت کی سہولت کے خاطر ذاتی آرام ولذائذ کو خیر باد کہہ کر علمی مشاغل میں اتنے مست تھے کہ ان کو مرغوبات کی خواہش ہی نہیں رہتی تھی۔

(۵) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ ذہبیؒ نے امام زین العابدین علی بن حسینؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ وفات کے وقت تک ایک دن ورات میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ۷/۳۰۶)

اسی طرح امام میمون بن مہرانؒ، حرہ بن شراحیلؒ ایک شب وروز میں ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے کیا کوئی ان کی عبادت کو دیکھ کر ضرب جمع، تقسیم کا حساب لگا کر ان کے بدعتی ہونے کا فتوی صادر کر سکتا ہے۔

(۵) اسی طرح کوئی شخص زندگی سے پریشان ہو کر موت کی تمنا کرے، اس کی حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر

(بخاری شریف ۲/ ۸۴۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی شخص ہرگز ہرگز کسی دکھ کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، لیکن دوسری طرف یہ بھی آیا ہے کہ جب امام بخاریؒ خود زمانہ اور اہل زمانہ کی ستم ظریفی سے تنگ آئے تو انہوں نے اپنے لئے موت مانگی اور یہی ان کی وفات کا ظاہری سبب بنا، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام عبدالقدوس بن عبدالجبار السمرقندی کا بیان ہے کہ میں نے امام بخاریؒ کو ایک رات تہجد کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کرتے ہوئے سنا، اے اللہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھالے، اس کے بعد ایک مہینہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی آغوش میں لیا۔

(مقدمہ فتح الباری ۱/ ۶۸۰)

علامہ وحید الزمان اہل حدیث نے یہ واقعہ (تیسیر الباری ۱/ ۲۱) میں درج کیا ہے کہ امام بخاریؒ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی صریحی حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے موت کی تمنا نہیں کرر ہے ہیں لیکن الزام دینے میں جلدی نہ کیجئے بلکہ محدثین سے اس حدیث کا مطلب پوچھئے تاکہ امام بخاریؒ کی ذات داغدار نہ بن جائے اور محدثین فرمائیں گے کہ موت کی تمنا کی ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو دنیاوی ضرر و تکلیف

بیماری وغیرہ سے عاجز رہ کر موت مانگیں اور اگر کسی کے دین پر آنچ کا خطرہ ہو تو وہ اس کی تمنا کر سکتا ہے۔

(۷) اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے دعائیں مانگتے تھے لیکن دوسری طرف مشہور اہل حدیث عالم مولانا وحید الزماں صاحب امام بخاریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وراقؒ نے کہا کہ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار سے دوبار دعا کی فوراً قبول ہوگئی پھر میں نے دعا نہ کی اس ڈر سے کہ کہیں میری نیکیاں کم نہ ہو جائیں۔

(تیسیر الباری ۱/۱۰)

کیا کوئی شخص اس واقعہ کا انکار کر سکتا ہے، یا امام بخاریؒ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برخلاف عمل کرنے کا طعنہ دے سکتا ہے (العیاذ باللہ) غرض اس قسم کے سینکڑوں واقعات مل سکتے ہیں لیکن نہ ہم ان اکابر علماء کو خلاف حدیث عمل کرنے کا طعنہ دیتے ہیں نہ ان کے بارے میں غیر سنجیدہ زبان استعمال کر سکتے ہیں، نہ ہی ان مشہور واقعات کا انکار کرتے ہیں، نہ بدعتی ہونے کا الزام دیتے ہیں بلکہ ان واقعات کو قبول کرنے کے بعد ان کا صحیح محمل تلاش کرتے ہیں تاکہ اسلام کے ان سپوتوں پر کوئی آنچ نہ آئے، جب ہم نے ان اکابر امت، محدثین ومشائخ علماء کے احوال کو صریح احادیث کے ظاہری الفاظ سے مخالف ہونے کے باوجود انکو بدعتی نہ کہا تو امام ابوحنیفہؒ کے واقعہ کو تسلیم کرنے میں ہمیں کونسی پریشانی ہے جبکہ یہ واقعہ تواتر اور تسلسل سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی ظاہری حدیث کے خلاف ہے، رہا معاملہ کہ اتنی کثرت عبادت کے باوجود دیگر امور کو یہ لوگ خاص طور پر امام ابوحنیفہؒ کس طرح انجام دیتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اصل میں برکت کی بات ہے اگر ہم بھی آج ان جیسا تقویٰ، طہارت، رزق حلال کا اہتمام، حرام سے اجتناب کا خیال رکھیں تو ہم بھی اس قسم کی برکات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے (الاکثار فی العبادۃ لیس بدعۃ) میں خاص علمی اور تحقیقی انداز میں اس قسم کے واقعات کا شریعت کے موافق ہونا ثابت کیا ہے، آخر میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخی واقعات کو تاریخ سے ثابت کیا جانا چاہئے، جب تاریخی دلائل سے ان کا ثبوت ہو جائے اور ان کے قبول کرنے میں کوئی شرعی قباحت بھی نہ ہو تو انکار کرنا محض جہالت اور ہٹ دھرمی ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انك روف رحیم

ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا اور غیر مقلدین کے جاہلانہ اعتراض کا جواب

غلام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، محسن اقبال

مولانا زکریاؒ نے فضائل اعمال میں واقعہ نقل کیا کہ ایک سید صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ وہ دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے

اس واقعے کو لے کر غیر مقلدین جاہلانہ اعتراض کررہے ہیں ،

کوئی اس بات کا مذاق اڑا رہا ہے کہ یہ کون سا سافٹ ویر انسٹال کیا تھا ،

کوئی اس کو تبلیغی لطیفے قرار دے رہا ہے

اور کوئی اس کو سپیڈ کا ریکارڈ بنانے کا مذاق اڑا رہا ہے۔

لیکن غیر مقلد تعصب اور جہالت میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ان کو معلوم نہیں کہ یہ اعتراض اصل میں منکرین حدیث کا تھا جس کا دفاع خود غیر مقلدین کے اکابر علماء کر چکے ہیں۔

سب سے پہلے تو دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر کئی کتب میں کئی اہل علم سے موجود ہے۔

1۔امام علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ

امام علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ کا ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا کئی کتب میں موجود ہے۔

امام مالک نے فرمایا کہ

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اوران کو کثرت عبادت کی وجہ سے ''زین العابدین'' کہا جاتا تھا۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ

میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت وارادے کے تحت ہو گا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کوچاہیں معاف فرمادیں گے۔

حوالہ جات

1۔حلیۃ الاولیاء:135/3،

2۔تاریخ ابن عساکر: 20/12،

3۔سیر أعلام النبلا:392/4،

4۔تہذیب الکمال:391/ 20،

5۔ صفوۃ الصفوۃ:200/2،

6۔تذکرۃ الحفاظ:75/1،

7۔مرقاۃ المفاتیح:79/8،

8۔طبقات علماء الحدیث:148/1،

9۔اتحاف لاسعادۃ المتقین:25/3،

10۔تہذیب التنذیب:154۔

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے۔

امام زین العابدین پر یہی اعتراض جو آج غیر مقلدین کرتے ہیں اس سے پہلے منکرین حدیث نے کیا تھا جس کے جواب میں غیر مقلدین کے مشہور محدث محمد گوندلویؒ نے "محدثین پر الزام تراشی" کا عنوان دیا اور اس کا دفاع میں یہ کہا کہ

"امام ذہبیؒ تو ناقل ہیں ،اور جو کچھ بیان کیا ایسا عقلاً ممکن ہے"

(دوام حدیث:185/1،186)

تو غیر مقلدین کے محدث گوندلویؒ کے نزدیک امام ذہبیؒ پر کوئی اعتراض نہیں بنتاکیونکہ وہ ناقل ہیں اور ایسا عقلاً ممکن بھی ہے تو اسی طرح مولانا زکریاؒ پر بھی کوئی اعتراض نہیں بنتا کیونکہ وہ بھی ناقل ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اور کئی اکابرین کے بارے میں موجود ہے کہ وہ دن میں کئی کئی سو یا ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

2۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام احمد بن حنبلؒ دن میں 300 رکعت نماز ادا کرتے تھے۔اس بات کو غیر مقلدین کے مشہور محدث زبیر زئی نے ماہنامہ الحدیث میں نقل کر کے اسکو صحیح تسلیم کیا۔

حوالہ جات

1۔الحدیث:13/26،

2۔حلیۃ الاولیاء:142/9،

3۔تہذیب الکمال:458/1)۔

3۔عمیر بن ہانی رحمہ اللہ

امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں نقل کیا کہ

عمیر بن ہانی دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔

(ترمذی:3415)۔

4۔ علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا کئی کتب میں موجود ہے۔

حوالہ جات

1۔مسند ربیع:286/1،

2۔کتاب الثقات لابن حبان:160/5،

3۔ تہذیب الکمال:38/21،

4۔ سیر اعلام النبلاء:252/5،

5۔تہذیب التہذیب312/7) پر نقل کیا گیا ہے۔

5۔ منصور حلاج رحمہ اللہ

اس کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے حافظ محدث روپڑی نے منصور حلاج کا ایک دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا ہے۔

(فتاوی اہلحدیث:54/1، فتاوی ثنائیہ مدنیہ:768/1)

غیر مقلدین کے ایک اور محدث عبداللہ غازی پوریؒ سے سوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی نماز اور قیام میں سوا پانچ پارے پڑھنے پر اعتراض کیا تو غیر مقلدین کے محدث نے جواب میں کہا کہ

"اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور نہیں کہ اپنی عادت جاریہ کے خلاف کوئی کام نہ کر سکے، بلکہ بسا اوقات اپنی عادت جاریہ کے خلاف بھی بہت سے کام کر سکتا ہے"۔

اور اس کی دلیل میں حضرت آدم علیہ سلام، حضرت عیسیٰ علیہ سلام، اور کئی انبیاء کے واقعات نقل کرتے ہوئے آگے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ

"یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے زمان کو طویل کر دیتا ہے ،جس طرح ان کے مکان کو سکیڑ دیتا ہے۔"

(فتاوی غازی پوری:179/180)

تو غیر مقلدین کے دوسرے محدث سے ثابت ہوا کہ اللہ اپنے نیک بندوں کے لئے زمانہ، وقت اور مکان کو طویل دے سکتا ہے یا سکیڑ سکتا ہے اور عادت جاریہ کے خلاف کام اللہ بعض اوقات جاری کرتا ہے، تو دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا بھی غیر مقلدین کے محدث غازی پوری کے اصول سے اللہ اپنے نیک بندوں سے پڑھوا سکتا ہے۔

مولانا زکریاؒ پر منکرین حدیث کی طرح جاہلانہ اعتراض کرنے والے ان غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ مولانا زکریاؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے ان اکابرین پر اور خاص طور پر اپنے زبیر علی زئی، گوندلوی اور روپڑی پر اعتراض کریں جو یہ سب واقعات اپنی کتاب میں نقل کر چکے ہیں۔

اکثر حوالا جات کے لئے محترم شہاب علوی بھائی کا شکر گزار ہوں۔

امام زین العابدینؒ کا ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا۔ فضائل اعمال پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین کیا یہاں بھی مصنف کو لعن طعن کریں گے ؟؟

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ (تہذیب الکمال: 390/20، سیر اعلام النبلا: 392/4، تہذیب التہذیب: 306/7)۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت وارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلا: 392/4، تہذیب الکمال: 391/20)

ابن رسول اللّه النّار، يا ابنَ رسول اللّه النّـار. فما رفـعَ رأسه حتىٰ
طُفِئَت، فقيـل ل ... ، عنهـا النّـار
الأخرىٰ.

تَهذِيبُ الكَمَالِ فِي أَسْمَاءِ الرِّجَالِ
للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي
٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

وقال محمـ ... ، عبـد اللّه بن
أبي سُلَيْمان: كا ... ه فَخِذَيه، ولا
يَخْطِرُ بيده، قال ... ، فقيل له: ما
لَك؟ فقال: ما ...

المجلد العشرون

وقال عُبيد ... ـان بن حَفْص
القُرَشيّ: كان ع ... أهلُه: ما هذا
الذي يعتادك عنا ... ريد أن أقوم!؟

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

وقال إبرا ... عُيَيْنَة: حَـجَّ
عليُّ بن الحُسير ... لـونُهُ وانتَفَضَ
ووقع عليه الرِّع ... لك لا تُلَبِّي؟

مؤسسة الرسالة

فقال: أخشىٰ أن أقول لبيك، فيقول لي: لا لبيك. فقيل له: لا بُد من هذا، فلما لَبّىٰ غُشِيَ عليه، وسَقَطَ من راحلته، فلم يزل يعتريه ذلك حتىٰ قَضىٰ حجّه[٢].

وقـال مُصعب بن عبد اللّه الـزُّبيريُّ، عن مـالـك: ولقـد أحـرمَ عليُّ بن الحُسين، فلما أراد أن يقول لَبَّيك، قالها فأُغميَ عليـه حتىٰ سقطَ من ناقته، فَهُشِمَ. ولقد بَلَغني أنّه كانَ يُصَلّي في كلِّ يومٍ وليلة ألف رَكْعة إلىٰ أن ماتَ، وكان يُسَمّىٰ بالمدينة زينَ العابدين لعِبادَتهِ.

(١) طبقاته: ٥/٢١٦.
(٢) إسنادها مرسل.

وقال أبو العباس أحمد بن محمد بن سعيد الحافظ، عن أحمد بن يحيىٰ الصُّوفيّ، عن محمد بن راشد الحَبّال، عن عُمر بن صَخْر ـ وقال بعضهم: عَمّار بن صَخْر ـ السُّلمي، عن عَمرو بن شِمْر، عن جابر[١]، عن أبي جعفر، كان أبي عليّ بن الحُسين يُصَلّي في اليوم والليلة ألفَ رَكْعةٍ، فلما حضرته الوَفاةُ بَكىٰ، قـال: فقلت يا أبةِ ما يُبكيكَ، فواللّه ما رأيتُ أحداً طلبَ اللّه طَلَبك، ما أقول هذا إنَّكَ أبي. قال: فقال: يا بُنَيَّ إنَّهُ إذا كان يومُ القيامة لم يَبْقَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ ولا نَبِيٌّ مُرْسل، إلاّ كان للّه فيه المشيئة، إن شاءَ غَفَرَ لهُ وإن شاءَ عَذَّبَهُ[٢].

وقـال عمر بن شَبَّة عن ابن عائشـة: سمعت أبي يقول: قـال طـاوس: رأيتُ علي بنَ الحُسين ساجـداً في الحِجْـر، فقلت: رجـلٌ صالحٌ من أهلِ بيتٍ طَيِّبٍ لأسْمَعَنَّ ما يقول. فأصغيتُ إليه، فسمعته يقول: عُبَيْدُكَ بِفِنائِكَ، مِسْكِينُكَ بِفِنائِك سائِلكَ بِفِنائك، فقيرُك بِفِنائك. قال: فواللّه ما دعوت بها في كَرْبٍ قَطُّ إلاّ كُشِفَ عني.

وقـال حُسين بن زيـد، عن عُمـر بن عليّ بن الحُسين: سمعتُ عليَّ بن الحُسين يقول: لم أرَ للعبدِ مثلَ التَّقَدُّم في الدُّعاء، فإنّه ليسَ كل مانزلت بَلِيَّة يُستجاب له عندها. قال: وكان عليّ بن الحُسين إذا خافَ شيئاً اجتهدَ في الدُّعاء.

وقال حجاج[٣] بن أرطاة عن أبي جعفر أن أباه عليّ بن الحُسين قاسمَ اللّهَ مالَهُ مَرّتين، وقال: إنَّ اللّه يُحِبُّ المؤمنَ المُذْنِبَ التَّوّاب.

(١) هو جابر الجعفي.
(٢) إسنادها تالف.
(٣) طبقات ابن سعد: ٥/٢١٩.

غیر مقلدین کے ایک اور محدث عبداللہ غازی پوریؒ سے سوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لمبی نمازاور قیام میں سوا5 پارے پڑھنے پر اعتراض کیا تو غیر مقلدین کے محدث نے جواب میں کہا کہ "اللہ تعالی اس بات پر مجبور نہیں کہ اپنی عادت جاریہ کے خلاف کوئی کام کر سکے، بلکہ بسا اوقات اپنی عادت جاریہ کے خلاف بھی بہت سے کام کر سکتا ہے۔۔۔۔اور اس کی دلیل میں حضرت آدم علیہ سلام، حضرت عیسیٰ علیہ سلام، اور کئی انبیاء کے واقعات نقل کرتے ہوئے آگے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ "یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے زمان کو طویل کر دیتا ہے، جس طرح ان کے مکان کو سکیڑ دیتا ہے۔" (فتاوی غازی پوری:179/180)

تو غیر مقلدین کے دوسرے محدث سے ثابت ہوا کہ اللہ اپنے نیک بندوں کے لئے زمانہ، وقت اور مکان کو طویل دے سکتا ہے یا سکیڑ سکتا ہے اور عادت جاریہ کے خلاف کام اللہ بعض اوقات جاری کرتا ہے، تو دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا بھی غیر مقلدین کے محدث غازی پوری کے اصول سے اللہ اپنے نیک بندوں سے پڑھوا سکتا ہے۔

دوسری حدیثوں میں اتنا اور زیادہ ہے کہ قعود اور انصراف، یعنی بعد نماز کے بیٹھنا یہ بھی اسی قیام کے برابر تھا تو اس میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب قیام ایسا ہو کہ جس میں سوا پانچ پارے نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھے جائیں، جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے تو کم از کم دو گھنٹے یا اور بھی کم رکھا جائے تو ڈیڑھ گھنٹے سے کم نہیں ہوتا اور پھر دوسرے ارکان جو اتنی اتنی دیر میں وہ بھی ادا کیے جاویں تو فی رکن ڈیڑھ گھنٹے کے حساب سے قیام اور رکوع اور قیام بعد الرکوع، جلسہ بین السجدتین اور دوسرا سجدہ اور قعود اور انصراف یہ سب آٹھ ہوتے ہیں، تو فی ڈیڑھ گھنٹے کے حساب سے ۱۲ گھنٹے ہوئے، پس جبکہ بموجب آیت قرآن پاک ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ﴾ [المزمل: ۲۰] کے نماز لیل کا وقت تہائی رات گزر جانے پر شروع ہوتا ہے تو بس دو تہائی رات جو زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے ہوتی ہے، اس میں بارہ گھنٹے کی ایک رکعت کو کوئی کیونکر ادا کر سکتا ہے اور پھر یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ایک شب میں صرف ایک ہی رکعت پڑھی ہو، کم از کم دو، زیادہ سے زیادہ تیرہ ہیں، تو جبکہ ایسی نماز پڑھی ہو جس میں ازروئے حساب بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اور پھر اور بھی رکعت پڑھی ہوں تو یہ امر کس طرح ممکن ہے؟

المستفتي: سید جواد علی رضوی، محلّہ پٹھان، علی گڑھ

جواب آپ نے جو حساب لگایا ہے اور اس کی بنا پر جو یہ لکھا ہے کہ دو تہائی رات جو زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹہ ہوتی ہے، اس میں اس بارہ گھنٹے کی ایک رکعت کوئی کیونکر ادا کر سکتا ہے اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ایک شب میں صرف ایک ہی رکعت پڑھی ہو، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ تیرہ ہیں، تو جب بھی ایسی نماز پڑھی ہو کہ ازروئے حساب بارہ گھنٹہ ہوتے ہیں اور پھر اور رکعت بھی پڑھی ہوں تو یہ امر کیونکر ممکن ہے؟'' اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا کہ عادۃ اللہ جاری ہے، اس کے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہے، جیسا کہ آپ نے حساب لگایا ہے اور لکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر مجبور نہیں کہ اپنی عادتِ جاریہ کے خلاف کوئی کام نہ کر سکے، بلکہ بسا اوقات بہت سے کام اپنی عادتِ جاریہ کے خلاف بھی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی عادتِ جاریہ کے خلاف مرد اور عورت کے اکٹھا ہوئے بغیر پیدا کر دیا، اسی طرح عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ مرد عورت جو بوڑھے نہ ہوئے ہوں، ان سے اولاد پیدا ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم اور حضرت سارہ اور حضرت زکریا کو اور ان کی بی بی کو بڑھاپے میں اولاد دے دی، اسی طرح عادۃ اللہ یوں جاری ہے کہ جب کوئی چیز مسافت بعیدہ سے منگائی جاتی ہے تو اس کے لیے اسی کے مطابق ایک مدت درکار ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ملکہ سبا کے تخت کو حضرت سلیمان کے پاس مسافت بعیدہ سے چشم زدن سے بھی پہلے ہی پہنچوا دیا، اسی طرح اور بے شمار واقعات صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داود علیہ السلام پر زبور پڑھ ڈالنا آسان کر دیا گیا تھا،

چنانچہ حکم دیتے کہ سواری کسی جائے اور زبور پڑھنا شروع کر دیتے، پھر قبل اس کے کہ سواری کسی جائے، پوری زبور ختم کر دیتے۔ (مشکوۃ شریف، ص: ۵۰۰)[1]

فتح الباری جلد تین طبع دہلی میں اس حدیث کی شرح میں ہے: "وفي الحديث أن البركة قد تقع في الزمن اليسير حتى يقع فيه العمل الكثير"[2] [اس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ کبھی برکت تھوڑے سے وقت میں نازل ہوتی ہے، تاکہ اس میں زیادہ عمل کیا جائے] مرقاۃ شرح مشکوۃ (۳۴۴/۵) میں ہے:

"قد دل الحديث علىٰ أن الله تعالىٰ يطول الزمان لمن يشاء من عباده، كما يطوي المكان لهم" والله تعالىٰ أعلم

[یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے زمان کو طویل کر دیتا ہے، جس طرح ان کے لیے مکان کو سکیڑ دیتا ہے]

کتبہ: محمد عبداللہ (۱۴/ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ)

کیا نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مفسدِ نماز ہے؟

سوال نماز میں قرآن دیکھ کر

جواب نماز میں قرآن دیکھ کر
میں قرآن پڑھو۔ زبانی پڑھو ...
تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل:
میں ہے: "ثم اقرأ بما تيسر
پس جس طرح نماز می
مطلق کی تقیید رائے اور قیاس
[مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہتا
جب مظاہر [اظہار کرنے والا مختصر
پر احناف اطعام واجب نہیں
اس میں قید عدم جماع کی لگائی
اصول شاشی (ص: ۹:
"قال أبو حنيفة: الم

ی قدر ثابت ہے کہ نماز
میں ہے: ﴿ فَاقْرَءُوا مَا
۶۷ چھاپہ انصاری دہلی)
میں بہ آسانی یاد ہو]
پڑھنے سے صحیح ہوگی اور
جري على إطلاقه"[3]
جملہ ایک یہ مسئلہ ہے کہ
یا تھا، جماع کر لے تو اس
ہے، پس قیاساً علی الصوم
ـ الإطعام، لأن

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
سلسلہ فتاوی علمائے اہل حدیث ②
مجموعہ فتاویٰ
(1260-1337ھ)
اشاعت اول: فروری 2015
تعداد: 1100
دار الطیب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۳۲۳۵)
[2] فتح الباري (٦/ ٤٥٥)
[3] أصول الشاشي (ص: ٣٣)

امام زین العابدین پر یہی اعتراض کو آج غیر مقلدین کرتے ہیں اس سے پہلے منکرین حدیث نے کیا تھا جس کا جواب میں غیر مقلدین کے مشہور محدث محمد گوندلویؒ نے "محدثین پر الزام تراشی" کا عنوان دیا اور اس کا دفاع میں یہ کہا کہ "امام ذہبیؒ تو ناقل ہیں۔۔۔اور جو کچھ بیان کیا ایسا عقلاً ممکن ہے"(دوام حدیث :1/185،186)

تو غیر مقلدین کے محدث گوندلویؒ کے نزدیک امام ذہبیؒ پر کوئی اعتراض نہیں بنتا کیونکہ وہ ناقل ہیں اور ایسا عقلاً ممکن بھی ہے تو اسی طرح مولانا ناز کریاؒ پر کوئی اعتراض نہیں بنتا کیونکہ وہ ناقل ہیں۔

عقل و تمیز میں بالغوں کی طرح ہوتے ہیں۔ [1]

محدثین پر الزام تراشی:

⑲ ''ہمارے سوانح نگاروں میں ایک خاص نقص تھا کہ وہ کسی کردار پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے عادی نہیں تھے، ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے تھے اور مبالغہ آمیز مدح سرائی پر اتر آتے تھے۔ اس وقت "تذكرة الحفاظ" میرے سامنے پڑا ہے، جس میں ہزار ہا راویان اور حفاظ حدیث کے حالات مرقوم ہیں۔ میں ایک ہی دور کے چند راوی لے کر ان کی زبانی ان کی کہانی سناتا ہوں، جس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ ہمارے بزرگوں کا اندازِ کردار نویسی کیا تھا؟

مثلاً "علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب" کے متعلق لکھتے ہیں: آپ رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اگر سونے، کھانے، ضروری حاجات اور وضو کیلئے کم از کم آٹھ گھنٹے الگ کر لئے جائیں، تو باقی سولہ گھنٹے بچتے ہیں۔ اگر ہر رکعت پر اوسطاً دو منٹ صرف ہوں، تو یہ تینتیس گھنٹے اور ۲۰ منٹ بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سولہ گھنٹوں میں

● حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کہ وہ سوال کرنے والی زبان اور عقل و تمیز کرنے والے دل کا مالک ہے۔ (تاريخ جرجان: ٤٨٣، الاستيعاب: ١/٢٨٤، البداية والنهاية: ٨/٢٩٩) اسی طرح جب حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ نے کیسے یہ علم حاصل کیا تو فرمایا کرتے تھے: سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل کے ساتھ (فضائل الصحابة: ٢/٩٧٠ (١٩٠٣)، البداية والنهاية: (٨/٢٩٩) حضرت ابن عباس کے طلب علم میں شوق و جذبہ اور شدت حرص کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں: بسا اوقات ایک ہی بات کے متعلق میں تمیں صحابہ کرام سے سوال کیا کرتا تھا۔ (البداية والنهاية: ٨/٢٩٩)

تینتیس گھنٹوں کا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔''

جواب:

اس کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں، کیونکہ ایک رکعت ایک منٹ میں بھی پڑھی جا سکتی ہے اور کھانے سونے اور دیگر ضروریات کیلئے بجائے آٹھ گھنٹوں کے چھ گھنٹے بھی لگائے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ نیند کی طبعی مقدار ہر شخص کیلئے الگ الگ ہے۔ بعض آدمی صرف دو گھنٹہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہم نے ایک آدمی دیکھا، جس کی نیند طبعی اس سے بھی کم ہے۔ اس وقت اس کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہے اور اس کی صحت بھی بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس میں ذہبی رحمہ اللہ کا کیا قصور ہے۔ وہ تو ناقل ہے، امام مالک سے نقل کر رہا ہے۔ امام مالک نے بھی "بَلَغَنِي" سے بیان کیا ہے۔ [1] اور محدثین کے طریق پر یہ اثر "صحیح" نہیں۔ اگرچہ جو کچھ بیان کیا ہے، عقلاً ممکن ہے۔

الزام تراشی کی حقیقت:

⑳ ''اس سے آگے'' دو اسلام'' میں آٹھ آ[...] نقل کیا ہے، وہ اعلیٰ درجے کے عالم تھے

نام	عربی ع[...]
مطرف بن عبداللہ۔ (وفات ۹۵ھ)	کان رأسا[...] والعمل

❶ دیکھیں: تذكرة الحفاظ: ١/٧٥

❷ تذكرة الحفاظ: ١/٦٤

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت و ارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء: 3/135، تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلا: 4/392، تہذیب الکمال: 20 /391، صفوۃ الصفوۃ: 2/200، تذکرۃ الحفاظ: 1/75، مرقاۃ المفاتیح: 8/79، طبقات علماء الحدیث: 1/148، اتحاف السادۃ المتقین: 3/25، تہذیب التہذیب: 154۔)

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے۔

أحمدُ، والترمذي، وأبو داود والنسائي لكنْ في روايتِهما «رَهينةٌ» بدل «مرتهنٌ». وفي رواية لأحمد وأبي داود: «ويُدَمّى» مكانَ: «ويسمّى». وقال أبو داود: «ويسمّى» أصحُّ.

٤١٥٤ ـ (٦) وعن محمَّد بن عليِّ بن حُسينٍ، عن عليِّ بن أبي طالبٍ [رضي الله عنه] قال: عقَّ رسولُ الله ﷺ عن الحسنِ بشاةٍ

أحمد والترمذي)، وكذا الحاكم[1] (**وأبو داود والنسائي لكن في روايتهما رهينة بدل مرتهن؛ وفي رواية لأحمد وأبي داود ويدمى**) بتشديد الميم أي يلطخ رأسه بدم العقيقة (**مكان ويسمى**) أي بدله، وفي موضعه (**وقال أبو داود: ويسمى أصح**) أي رواية ودراية؛ وفي شرح السنة روي عن الحسن أنه قال: يطلى رأس المولود بدم العقيقة، وكان قتادة يصف الدم[2] ويقول: «إذا ذبحت العقيقة تؤخذ صوفة منها فيستقبل بها أوداج الذبيحة، ثم توضع على يافوخ الصبي حتى إذا سال شبه الخيط غسل رأسه، ثم حلق بعد» وكره أكثر أهل العلم لطخ رأسه بدم العقيقة وقالوا: كان ذلك من عمل الجاهلية وضعفوا رواية من روى يدمى وقالوا: إنما هو يسمى، ويروى لطخ الرأس بالخلوق والزعفران مكان الدم اهـ. وأيضاً يسن إماطة الأذى فكيف يؤمر بالزيادة، وقيل: هو الختان وهذا أقرب لو صحت الرواية فيه.

٤١٥٤ ـ (**وعن محمد**) أي الباقر (**ابن علي**) أي زين العابدين (**ابن الحسين**) أي ابن علي رضي الله عنهم، وإنما سمي الباقر «لأنه بقر العلم» أي شقه وعلم حقيقته وأصله. روي أن جابراً قال لمحمد وهو صغير رسول الله ﷺ: يسلم عليك، فقيل له: كيف ذلك؟ قال: كنت جالساً عند النبي ﷺ والحسين في حجره وهو يلاعبه، فقال: «يا جابر يولد له مولود اسمه علي إذا كان يوم القيامة نادى مناد ليقم سيد العابدين، فيقوم ولده ثم يولد له ولد اسمه محمد، فإن أدركته فأقرئه مني السلام». قال مالك: بلغني أن زين العابدين كان يصلي في كل يوم وليلة ألف ركعة حتى مات. قال المصنف: يكنى أبا جعفر [الصادق] المعروف بالباقر سمع أباه زين العابدين وجابر بن عبد الله، وروى عنه ابنه جعفر الصادق وغيره، ولد سنة ست وخمسين ومات بالمدينة سنة سبع عشرة، وقيل: ثماني عشرة ومائة وهو ابن ثلاث وستين، ودفن بالبقيع، وسمي الباقر لأنه تبقر في العلم أي توسع (**عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: عق رسول الله ﷺ**) أي ذبح (**عن الحسن بشاة**) الباء للتعدية أو مزيدة. في شرح السنة اختلفوا في التسوية بين الغلام والجارية، وكان الحسن وقتادة لا يندبان على الجارية عقيقة، وذهب قوم إلى التسوية بينهما عن كل واحد بشاة واحدة لهذا الحديث؛ وعن ابن عمر رضي الله عنهما: «كان يعق عن ولده بشاة الذكور والإناث ومثله عروة بن الزبير»، وهو قول مالك، وذهب جماعة إلى أنه يذبح عن الغلام بشاتين وعن الجارية بشاة، فقلت: أما نفي العقيقة عن الجارية فغير مستفاد من الأحاديث، وأما الغلام فيحتمل أن يكون أقل الندب في حقه عقيقة

(١) الحاكم في المستدرك ٤/ ٢٣٧.　　(٢) في المخطوطة «اللذن».

الحديث رقم ٤١٥٤: أخرجه الترمذي في ٤/ ٨٤ الحديث رقم ١٥١٩.

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ

تحقيق
الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:
وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص «مرقاة المفاتيح» وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب «الإكمال في أسماء الرجال» وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء الثامن
يحتوي على الكتب التالية
الصيد والذبائح - الأطعمة - اللباس - الطب والرقى - الرؤيا - الآداب

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

اس کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے حافظ محدث روپڑی نے منصور حلاج کا ایک دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا ہے۔(فتاوی اہلحدیث: 54/1، فتاوی ثنائیہ مدنیہ: 768/1)

تو مولانا ناز کریاؒ پر منکرین حدیث کی طرح جاہلانہ اعتراض کرنے والے ان غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ مولانا ناز کریاؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے ان اکابرین پر اور خاص طور پر اپنے زبیر زئی، گوندلوی، روپڑی پر اعتراض کریں جو یہ سب واقعات اپنی کتاب میں نقل کر چکے ہیں۔

سوال: کچھ لوگوں کو کہتے سنا گیا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بھی جنت میں جائے گا۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: یہ بات بلا اصل اور بے بنیاد ہے کہ اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ کتاب وسنت میں اس کا کوئی استناد نہیں۔ البتہ رطب و یابس کے جامع مفسرین نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (تفسیر حازن ۳۰۲/۳ وغیرہ)

سوال: اویس قرنی، شمس تبریز اور منصور حلاج کا اصل واقعہ اور اس کی گرفت قرآن وسنت سے کریں؟

جواب: اویس قرنی کے فضائل ومناقب صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں، وہاں سے ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں آپ نے اس کو خیر التابعین قرار دیا ہے۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

« فَمُرُوْهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ .» [1]

یعنی ''اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے اپنے لئے دعا استغفار کرانا۔''

مشکوۃ کے حاشیہ پر ہے اس حدیث سے اویس قرنی کی بڑی عمدہ فضیلت ثابت ہوئی۔ اویس قرنی تابعین میں سے ہے۔ صحابی نہیں۔ ہر چند حضرت ﷺ کے وقت میں موجود تھے لیکن ماں کی خدمت سے فرصت نہ پائی کہ حضرت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوتے۔ اس حدیث سے اویس قرنی کی صحابہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ تابعی اصحاب سے افضل نہیں ہو سکتا صرف دعا ثابت کرانے سے افضلیت نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ خود حضرت ﷺ نے اپنے واسطے بعضے لوگوں سے دعا کروائی ہے۔ بلکہ پانچوں وقت کی اذان میں تمام امت سے اپنے مقام محمود کے حاصل ہونے کے واسطے دعا کرنے کو فرمایا ہے۔ (حاشیہ غزنوی ٥٤٨٤)

اس کے بارے میں بہت ساری بے بنیاد باتیں بھی مشہور ہیں۔ مثلاً اس نے سنا کہ نبی ﷺ کے بعض دانت مبارک جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اس نے اپنے سارے دانت توڑ لئے۔ صرف اس خیال پر شاید کہ فلاں دانت ہو یا فلاں ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح شمس تبریز کے بارے میں بھی لوگ بہت ساری بے پر کی اڑاتے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں۔ اور پھر حسین بن منصور حلاج کا تو معاملہ ہی بڑا عجیب ہے۔ زندقہ کے الزام میں اس کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا۔

شیخنا محدث روپڑی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہتے ہیں: حسین بن منصور حلاج بڑا عابد تھا۔ ہر رات ہزار رکعت نفل پڑھتا۔ جب اس کی زبان سے أَنَا الْحَقُّ۔ (میں خدا ہوں) کا کلمہ نکلا تو سید الطائفہ جنید بغدادی نے اور

[1] (٥٨٦) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أويس القرني رضي الله عنه (٦٤٩١).

دوسرے بزرگوں نے اس کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ اور سولی پر کھینچ دیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''أَخْبَارُ الْأَخْيَار'' میں لکھتے ہیں کہ: خواجہ نظام الدین اولیاء سے لوگوں نے پوچھا کہ حسین بن منصور حلاج کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: مردود ہے۔ جنید نے اس کو مردود لکھا۔ جنید اپنے زمانے کا پیشوا تھا۔ اس کا مردود کہنا سب کا مردود کہنا ہے۔

''أَخْبَارُ الْأَخْيَار'' میں شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ منصور کو کسی نے پایا کہ اس کی دست گیری کرتا اور جو اس کو غلطی لگی تھی اس سے اس کو روکتا۔ میں اس زمانے میں ہوتا تو اس کی دستگیری کرتا تا کہ وہ اس حد تک نہ پہنچتا۔ (فتاوی اہل حدیث ٥٣/١)

بہرصورت ان کے بارے میں اس مختصر مجلس میں تفصیلی جائزہ پیش کرنا ممکن نہیں۔ موضوع ہذا پر محققین مؤلفین کی بے شمار کتابیں بازار میں دستیاب ہیں۔ حقیقت حال پر آگاہی کے لئے ان کی طرف رجوع کریں۔

سوال: حجر اسود کیا واقعی جنت سے لایا گیا تھا، اگر نہیں تو اس کی تاریخ کیا ہے؟

جواب: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے ... کچھ ضعیف ہیں لیکن دیگر بعض قابل حجت بھی ہیں۔ [1] ملاحظہ ہو (...

بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''حواشی مشکو... ی: بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ) اور جملہ تفاصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (... علامہ ،الفصل الخامس حجر الحجر الاسود۔ ص ١٤٩)

سوال: حضور ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ ...

جواب: حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول ... ہے۔

ابوجعفر باقر کا کہنا ہے: آپ ﷺ کی ... فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی اور عبیداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر ہاشمی کا ق... ب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ بعثت سے ایک سال یا کچھ زیادہ عرصہ پہلے ولادت ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قریباً پانچ سال بڑی تھیں۔ ۲ھ اوائل محرم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔ اور تاریخ وفات بقول واقدی منگل کی رات ۳ رمضان ۱۱ ہجری ہے۔ (الإصابة لابن حجر ،٣٦٥/٤)

[1] (٥٨٧) المشكاة للألباني، باب دخول مكة والطواف، الفصل الثاني، ح(٢٥٧٧). والتحقيق الثاني للألباني

اس کے ساتھ ساتھ اور کئی اکابرین کے بارے میں موجود ہے کہ وہ دن میں کئی کئی سو یا ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے،

امام احمد بن حنبلؒ دن میں 300 رکعت نماز ادا کرتے تھے۔اس بات کو غیر مقلدین کے مشہور محدث زبیر زئی نے ماہنامہ الحدیث میں نقل کرکے اسکو صحیح تسلیم کیا۔(الحدیث:13/26،حلیۃ الاولیاء:142/9،تہذیب الکمال:458/1)

تاریخ اسلام کی ۸۰۰ شخصیات کے احوال، اقوال اور مرویات پر مشتمل مستند و بے مثال کتاب

حلیۃ الاولیاء اردو و طبقات الاصفیاء

حصہ نہم

عبدالرحمن بن مہدی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، مشہور عبادت گذار
تابعین کرام، ابوسلیمان دارانی، ذوالنون مصری رحمہم اللہ وغیرہم کا تذکرہ

امام حافظ علامہ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی

مترجم:
مولانا محمد یوسف تنولی فاضل جامعۃ العلوم کراچی
استاد مدرسہ عربیہ حنفیہ دارالسلام آزاد کشمیر

تلاش کی جب میرے پاس رخصت ہونے لگے فرمایا: رسول اللہ ﷺ غار ثور میں تین دن تک روپوش رہے ہمارے لئے حلال نہیں کہ ہم فراخی میں آپ ﷺ کی اتباع کریں اور شدت میں آپ ﷺ کی اتباع ترک کردیں، ابوحامد کہتے ہیں: میں نے یہ واقعہ امام احمد رحمہ اللہ کے دو بیٹوں عبداللہ وصالح کے گوش گزار کیا ہے کہنے لگے: ہم نے یہ واقعہ سنا، پھر میں نے یہی واقعہ ابراہیم بن ہانی کے بیٹے اسحق کو سنایا وہ کہنے لگا: میرے والد نے مجھے یہ واقعہ نہیں سنایا۔

۱۳۷۳۶-ظفر بن احمد، ابوسہل بشر بن احمد اسفرائینی، محمد بن ہشام بن سعد سے مروی ہے کہ فتح بن حجاج کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین نے شمار کنندہ بھیجے تاکہ گنتی کریں کہ کتنے لوگوں نے امام احمد رحمہ اللہ کی نماز جنازہ پڑھی ہے چنانچہ انہوں نے آدمیوں کی گنتی کی تو تیرا لاکھ نکلے ان کے علاوہ بہت سارے سفر میں بھی تھے۔

۱۳۷۳۷-ظفر بن احمد، حسن بن علی، احمد وراق، عبدالرحمن بن محمد، محمد بن عباس شکتی سے مروی ہے کہ ورکانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جس دن امام حنبل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا دس ہزار (۱۰،۰۰۰) یہودیوں نصرانیوں اور مجوسیوں نے اسلام قبول کیا۔ ورکانی کہتے ہیں: جس دن امام احمد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا چار اقسام کے لوگوں میں ماتم اور نوحہ زنی کا ایک کہرام سا مچ گیا یعنی مسلمانوں یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں میں (یہی ہے کہ" موت العالم موت العالم "ایک عالم کی موت پورے جہاں کی موت ہے)

۱۳۷۳۸-سلیمان بن احمد، احمد بن محمد بن صدقہ، ہلال بن علاء کہتے ہیں اگر دو چیزیں نہ ہوتیں لوگ ہمیشہ ان کے محتاج رہتے۔(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی آزمائش، سو اگر امام احمد رحمہ اللہ کی آزمائش نہ ہوتی سب لوگ جہمی بن جاتے۔(۲) محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ بلاشبہ امام شافعی رحمہ اللہ نے لوگوں کے لئے بند تالے کھول دیئے ہیں۔(یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے لوگوں کے لئے فقہ کے بند تالے کھول دیئے)

۱۳۷۳۹-سلیمان بن احمد، عبداللہ بن احمد بن حنبل، عباس بن محمد دوری سے مروی ہے کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا چنانچہ پچاس سال ہم ان کی صحبت میں رہے انہوں نے کبھی اپنی بزرگی و بھلائی پر ذرہ برابر بھی فخر نہیں کیا۔

۱۳۷۴۰-سلیمان، عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں میرے والد ماجد رحمہ اللہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں تین سو رکعات نوافل پڑھتے تھے، اور جب انہیں ظلم وتعدی کے کوڑے لگے ضعف میں اضافہ ہوگیا اور ایک دن میں ڈیڑھ سو رکعات پڑھتے تھے اس وقت اسی برس کی عمر کے قریب قریب تھے۔

۱۳۷۴۱-سلیمان، عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میرے والد ماجد ہر دن قرآن مجید کا ساتواں حصہ تلاوت کرتے تھے اور سات دن میں پورا قرآن ختم کرتے، رات کو تھوڑی دیر سوتے اور پھر صبح تک نماز ودعا میں مشغول رہتے۔

۱۳۷۴۲-ابواحمد غطریفی، زکریا ساجی، محمد بن عبدالرحیم بن صالح ازدی، اسحق بن موسیٰ انصاری کہتے ہیں ایک دفعہ مامون الرشید نے محدثین میں مال تقسیم کیا، چنانچہ مامون نے مال جس کو بھی دیا اس نے قبول کیا صرف امام احمد رحمہ اللہ نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

۱۳۷۴۳-حسین بن محمد، شاکر بن جعفر، ابن محمد بن یعقوب سے مروی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: ابوعبدالرحمن علیل ہیں اور مکھن کی خواہش ظاہر کرتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے کسی نے آدمی کو فلوس دیئے اور کہا بازار سے مکھن خرید لاؤ چنانچہ آدمی نے بازار سے مکھن خریدا اور چقندر کے پتے پر رکھ کر لایا، جب امام رحمہ اللہ نے اسکی طرف دیکھا فرمایا: یہ پتا کہاں سے لایا ہے؟ آدمی نے جواب دیا: سبزی فروش کے پاس سے لایا ہوں، امام رحمہ اللہ نے کہا: کیا سبزی فروش سے اجازت لی ہے؟ آدمی نے کہا: میں نے اجازت نہیں لی، فرمایا: پتا واپس لے جاؤ اور سبزی فروش کو واپس کردو۔

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ بو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت وارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء: 135/3 تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلا: 392/4، تہذیب الکمال: 391/ 20، صفوۃ الصفوۃ: 200/2، تذکرۃ الحفاظ: 75/1، مرقاۃ المفاتیح: 79/8، طبقات علماء الحدیث: 148/1، اتحاف السادۃ المتقین: 25/3، تہذیب التہذیب: 154،)

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے،

طَبَقَاتُ عُلَمَاءِ الحَدِيثِ

تأليف

الإمام أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عبد الهادي الدمشقي الصالحي

(المتوفى سنة ٧٤٤هـ)

تحقيق

أكرم البوشي — إبراهيم الزيبق

الجزء الأول

مؤسسة الرسالة

وقال مالك: بلغني أنَّه كان يُصلِّي في اليوم واللَّيلة ألفَ ركعةٍ إلى أن مات. قال: وكان يُسمَّى زينَ العابدين لعبادته[1].

وقد جاء عنه أنَّه كان كثيرَ الصَّدقةِ في السِّرِّ[2]، رضي اللَّه عنه.

مات في ربيع الأول سنةَ أربعٍ وتسعين.

٧١ ــ يَحْيى بنُ يَعْمَر* (ع)

القاضي، أبو سليمان، ويقال: أبو عديّ، العَدْوانيُّ البَصريُّ الفقيه، قاضي مرو.

روى عن: أبي ذرّ، وعمارٍ، وعائشةَ ولم يسمع منهم، وأبي هريرة، وابنِ عبّاس، وابن عمر، وأبي الأسود الدِّيلي، وغيرِهم.

---

(١) تهذيب الكمال: ورقة ٩٦٦.

(٢) نقل ابن سعد في «طبقاته» ٢٢٢/٥ عن شيبة بن نعامة قال: كان علي بن الحسين يبخّل، فلما مات وجدوه يقوت مئة أهل بيت بالمدينة في السر.

* طبقات ابن سعد: ٣٦٨/٧، طبقات خليفة: ت ١٦٤٩، تاريخ البخاري الكبير: ٣١١/٨، أخبار القضاة: ٣٠٥/٣، الجرح والتعديل: ١٩٦/٩، مشاهير علماء الأمصار: ت ٩٩٠، معجم المرزباني: ٤٨٥، طبقات النحويين واللغويين: ٢٧، فهرست النديم: ص ٤٦، ٤٧، معجم الأدباء: ٤٢/٢٠، نزهة الألباء (بتحقيق السامرائي): ٨، إنباه الرواة: ١٨/٤، وفيات الأعيان: ١٧٣/٦، تهذيب الكمال: ورقة ١٥٢٩، سير أعلام النبلاء: ٤٤١/٤ ــ ٤٤٣، تاريخ الإسلام: ٦٨/٤، تذكرة الحفاظ: ٧٥/١، تذهيب التهذيب: ١٧١/٤، معرفة القراء الكبار: ٦٧/١، مرآة الجنان: ٢٧١/١، البداية والنهاية: ٧٣/٩، طبقات القراء لابن الجزري: ٣٨١/٢، تهذيب التهذيب: ٣٠٥/١١، النجوم الزاهرة: ٢١٧/١، بغية الوعاة: ٣٤٥/٢، طبقات الحفاظ: ص ٣٠، خلاصة تذهيب الكمال: ص ٤٢٩، شذرات الذهب: ١٧٥/١.

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ بو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت و ارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء: 135/3، تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلاء: 392/4، تہذیب الکمال: 391/ 20، صفوۃ الصفوۃ: 200/2، تذکرۃ الحفاظ: 75/1، مرقاۃ المفاتیح: 79/8، طبقات علماء الحدیث: 148/1، اتحاف السادۃ المتقین: 25/3، تہذیب التہذیب: 154،)

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے،

يصلي كأنه وتد فانفتل من صلاته فلما فرغ جاءه الناس يهنونه فقال وعلى أي شئ تهنونني قالوا وقعت هـذه الاسطوانة العظيمة وراءك فسلمت منها فقال متى وقعت قالوا وأنت تصلي قال فاني ماشعرت بها وأخرج صاحب الحلية من طريق عون بن موسى قال سقط حائط المسجد ومسلم بن يسار قائم يصلي فما علم به ومن طريق مبارك بن فضالة عن ميمون بن سياه قال ما رأيت مسلم بن يسار ملتفتا في صلاته قط خفيفة ولا طويلة ولقد انهدمت ناحية من المسجد ففزع أهل السوق لهدته وانه لفي المسجد في الصلاة فما التفت وكان أمير المؤمنين أبو الحسن علي بن أبي طالب رضي الله عنه وكرم وجهه (اذا حضر وقت الصلاة يتزلزل) أي يرتعد بدنه (ويتلون) أي يحمر ويصفر (فقيل له مالك يا أمير المؤمنين فيقول) اهم (جاء وقت) اداء (امانة عرضها الله على السموات والارض والجبال فابين أن يحملنها واشفقن منها) وهي الصلاة في احد الوجوه المذكورة في الآية في تفسير الامانة (ويروى عن) الامام زين العابدين ومنار القانتين العابد الولي الجواد الحفي (علي بن الحسين) بن علي رضي الله عنه (انه كان اذا توضأ اصفر لونه فيقول له أهله ماهذا الذي يعتادك) أي يعتريك (عند الوضوء فيقول أتدرون بين يدي من أريد ان أقوم) وفي انساب قريش قال مصعب بن عبد الله الزبيري عن مالك لقد أحرم علي فلما أراد ان يقول لبيك قالها فاغمي عليه حتى سقط عن ناقته فهشم ولقد بلغني انه كان يصلي في كل يوم وليلة ألف ركعة الى ان مات وكان يسمى بالمدينة زين العابدين لعبادته وقال غيره كان اذا قام الى الصلاة أخذته رعدة فقيل له مالك فقال ماتدرون بين يدي من أقوم ومن اناجي وفي القوت وقال علي بن الحسين رضي الله عنه من ا... كان اذا توضأ

عنه من ا … ـولمن اخاطب
للصلاة تغ … ن العني عن
وماذا رد: … رعدة ونفضة
أبيه قال … ن عباس رضي
فقيل له ف … ن ايشا النبي
الله عنه) … لزبور مؤكدا
(صلى الل … قبل الصلاة
لقواعد ا … بق النفل عن
فأوحى الل … ا التقبل صلاة
القوت و … لالى (وقطع)
من تواضع … وعبارة القوت
ليله و(م … لصاب) ونص
وكف شهو … ات كالشمس)
القوت و … ه (وان سألني
ونص الق … بقوتي واباهي
أعطيته) … جعل الجهالة له
به ملاة … ثل الفردوس
حلما وال … لها والسابقان
(لاتيبس … للك كما يظهر ان
واحد غير … نص العوارف
تأمله (ر

اتحاف السادة المتقين
بشرح إحياء علوم الدين

تصنيف خاتمة المحققين وعمدة ذوي الفضائل من المدققين العلامة السيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي الشهير بمرتضى رحمه الله وأثابه من فيض فضله جزيل الرضا آمين .

تنبيـــه

حيث تحقق أن الشارح لم يستكمل جميع الأحياء في بعض مواضع من شرحه فتتميماً للفائدة وضعنا الأحياء المذكور في هامش هذا الشرح ولأجل زيادة الفائدة بدأنا في أول الهامش بوضع كتاب تعريف الأحياء بفضائل الاحياء للأستاذ الفاضل العلامة الشيخ عبد القادر بن شيخ عبد الله بن شيخ بن عبد الله العيدروس باعلوي قدس الله سره .

وبالهامش أيضاً بعد تمام الكتاب المذكور كتاب الاملا عن اشكالات الاحيا تصنيف الامام الغزالي رد به على بعض اعتراضات أوردها بعض المعاصرين له على بعض مواضع من الاحيا وقد صار وضع كتاب الاملا بأول هامش الصحيفة ومتن الاحيا بآخره وفصل بينها بجلية .

الجزء الثالث

١٤١٤هـ - ١٩٩٤م.

مؤسسة التاريخ العربي
بيروت. لبنان

وكان علي بن أبي طالب رضي الله عنه وكرم وجهه اذا حضر وقت الصلاة يتزلزل ويتلون وجهه فقيل له مالك يا أمير المؤمنين فيقول جاء وقت أمانة عرضها الله على السموات والارض والجبال فابين أن يحملنها وأشفقن منها وحملتها وروي عن علي بن الحسين أنه كان اذا توضأ اصفر لونه فيقول له أهله ماهذا الذي يعتريك عند الوضوء فيقول أتدرون بين يدي من أريد أن أقوم وروي عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال قال داود صلى الله عليه وسلم في مناجاته الهي من يسكن بيتك وممن تتقبل الصلاة فأوحى الله اليه ياداود انما يسكن بيتي وأقبل الصلاة منه من تواضع لعظمتي وقطع نهاره بذكري وكف نفسه عن الشهوات من أجلي يطعم الجائع ويؤوي الغريب ويرحم المصاب فذلك الذي يضيء نوره في السموات كالشمس ان دعاني لبيته وان سألني أعطيته أجعل له في الجهل حلما وفي الغفلة ذكرا وفي الظلمة نورا وانما مثله في الناس كالفردوس في أعلى الجنان لاتيبس أنهارها ولا تتغير ثمارها وروي عن حاتم الاصم رضي الله عنه أنه سئل عن صلاته

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ بو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت و ارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء:3/135 تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلا:4/392، تہذیب الکمال:391/ 20، صفوۃ الصفوۃ:2/200، تذکرۃ الحفاظ:1/75، مرقاۃ المفاتیح:8/79، طبقات علماء الحدیث: 148/1، اتحاف لاسعادۃ المتقین:3/25، تہذیب التہذیب:154،)

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے،

أنا سُلَ... ، عَن أَبي عمر (١) بن حيوية،
عَن عـ... سعد (٢) ، نا عَلي بن مُحَمَّد،
ولا يـ... ذا مشى لا تجاوز يديه فخذيه،
تدرون ... ، فقيل له: ما لك؟ فقال: ما

تاريخ مدينة دمشق
وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل أو اجتاز بنواحيها من وارديها وأهلها
تصنيف
الإمام العالم الحافظ أبي القاسم علي بن الحسن ابن هبة الله بن عبد الله الشافعي
المعروف بابن عساكر
دار الفكر

، أنا الحسَن بن إسْمَاعيل، نا
أحْمَد ... عَن عُبَيْد الله بن مُحَمَّد، عَن
عَبْد ا... ين بن عَلي بن أبي طالب إذا
توضأ ... ؟ فيقول: تدرون بين يدي من
أريد أ...

... بز، نا إبْرَاهيم بن مُحَمَّد، نا
سفيان ... طالب، فلما أحرم واستوت به
راحلته ... تطع أن يلبي، فقيل له: ما لك
لا تلبّ... فقيل له: لا بدّ من هذا، قال:
فلما أبى حسي عليه وسقط من راحلته، فلم يزل يعتريه ذلك حتى قضى حجه.

أخْبَرَنا (٧) أبو عَبْد الله الحسَين بن أحْمَد بن عَلي البيهقي (٧) ، وأبو (٧) القَاسم زاهر بن طاهر، قالا: أنا أحْمَد بن منصور بن خلف، أنا والدي أبو القَاسم منصور بن خلف، أنا عَلي بن أحْمَد بن عَبْد الرّحمن الفِهْري - بالبصرة - نا أحْمَد بن الحسَن بن مُحَمَّد الفقير، أنا مُحَمَّد بن عبد العزيز، نا مصعب بن عَبْد الله قال: سمعت مالك بن أنس يقول: ولقد أحرم علي بن الحسَين، فلما أراد أن يقول: لبيك اللّهم لبيك قالها فأُغْمي عليه حتى سقط من راحلته، فهشم، ولقد بلغني أنه كان يصَلي في كلّ يومٍ وليلة ألف ركعة إلى أن مات،

---

(١) الأصل: عمرو، تصحيف، والتصويب عن « ز »، وفي م: عن ابن حيوية.
(٢) طبقات ابن سعد ٥/٢١٦ وسير أعلام النبلاء ٤/٣٩٢ وتهذيب الكمال ١٣/٢٤١ والحلية ٣/١٣٣.
(٣) الأصل: عمر، والتصويب عن م و« ز »، وابن سعد.
(٤) بالأصل: لا يخضب شعره، وفوق يخضب ضبة، والمثبت عن « ز »، وابن سعد، وفي م ولا يخطر ثم بياض مقدار لفظة.
(٥) ما بين الرقمين سقط من م.
(٦) بياض بالأصل، والمثبت عن م و« ز ».
(٧) كتب فوقها في « ز »: «ح» بحرف صغير.

وكان يسمى بالمدينة زين العابدين لعبادته(١).

اخْبَرَنا(٢) أبو القَاسِم بن السّمَرْقَنْدي، أنا أحْمَد بن عَلي بن الحسَن بن أبي عُثمَان، وأحْمَد بن مُحَمَّد بن إبْرَاهيم الخُوَارزمي.

[ح](٣) واخْبَرَنا أبو عَبْد الله مُحَمَّد بن أحْمَد بن مُحَمَّد، أنا أبي قالا: أنا أبو القَاسم إسْمَاعيل بن الحسَن بن عَبْد الله الصَّرْصَري.

[ح](٣) وأخْبَرَنا أبو مُحَمَّد بن طاوس، أنا عاصم بن الحسَن، أنا أبو عمر بن مهدي، قالا: قُرىء على أبي العباس أحْمَد بن مُحَمَّد بن سعيد ، نا أحْمَد بن يَحْيَىٰ الصوفي، نا مُحَمَّد بن راشد الحبال، نا عمر بن صخر السلمي، عَن عمرو بن شمر، عَن جابر، عَن أبي جعفر قال:

كان أبي عَلي بن الحسَين يصلي في اليوم والليلة ألف ركعة، فلما حضرته الوفاة بكى قال: فقلت: يا أبة ما يبكيك؟ فوالله مَا رأيت أحداً طلب الله طلبك، مَا أقول هذا إنك أبي [قال](٤) فقال: يا بني إنه إذا كان أتى يوم القيامة لم يبق ملك مقرّب، ولا نبي مرسل إلاّ كان الله عز وجل فيه المشيئة إن شاء غفر له، وإن شاء عذبه، وفي حديث الصرصري [عن عمار](٥).

اخْبَرَنا أبو بكر مُحَمَّد بن شجاع، أنا أبو عمرو بن مندة، أنا أبو مُحَمَّد بن يَوَة، أنا أبو [الحسن اللنباني](٦)، نا أبو بكر بن أبي الدنيا، حدّثني مُحَمَّد بن عَبْد الله، حدّثني أبي عن أبي عَبْد الله الجُعْفي، عَن [جابر، قال: قال أبو](٧) جعفر، وهو مُحَمَّد بن عَلي: كان عَلي بن الحسَين إذا ذكر هذا الحديث - يعني حديثاً في ذكر(٨) الموت - بكى حتى يرثي له كل صديق.

---

(١) سير أعلام النبلاء ٤/ ٣٩٢ وتهذيب الكمال ١٣/ ٢٤١.
(٢) كتب فوقها في « ز »: «ح» بحرف صغير.
(٣) «ح» حرف التحويل سقط من الأصل واستدرك عن م، و« ز »، وفوق أخبرنا في « ز » كتب: «ح» بحرف صغير.
(٤) بياض بالأصل، والمثبت عن م و« ز ».
(٥) بياض بالأصل، والمثبت عن م، وفي « ز »: وفي حديث الصخري عمار بن صخر.
(٦) بياض بالأصل وم، والمستدرك بين معكوفتين عن « ز »، والسند معروف.
(٧) بياض بالأصل وم، والمستدرك عن « ز ».
(٨) «ذكر» استدركت على هامش « ز »، وبعدها صح.

امام مالک نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ علی بن حسین کا موت تک روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے کا معمول تھا اور ان کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کہا جاتا تھا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ میرے والد ایک رات ایک دن میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، ان کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ میں نے آپ کی طرح کسی کو اللہ کا طالب نہیں دیکھا اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ میرے والد ہیں، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ملک مقرب ہو یا نبی مرسل، ہر ایک اللہ کی مشیت وارادے کے تحت ہوگا جس کو چاہیں عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔ (حلیۃ الاولیاء: 135/3، تاریخ ابن عساکر: 20/12، سیر أعلام النبلاء: 392/4، تہذیب الکمال: 391/ 20، صفوۃ الصفوۃ: 200/2، تذکرۃ الحفاظ: 75/1، مرقاۃ المفاتیح: 79/8، طبقات علماء الحدیث: 148/1، اتحاف السادۃ المتقین: 25/3، تہذیب التہذیب: 154)

یہ دس کتب کے حوالے موجود ہیں جہاں امام زین العابدین رحمہ اللہ کا دن میں 1000 رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا گیا ہے،

تهذيب التهذيب

تصنيف

الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر شهاب الدين العسقلاني الشافعي

ولد سنة ٧٧٣هـ - توفي سنة ٨٥٢هـ

باعتناء

إبراهيم الزيبق عادل مرشد

الجزء الثالث

مؤسسة الرسالة

.....، والزهري، وأبو الزناد، وعاصم بن عمر بن قتادة، وعاصم بن عُبيدالله، والقَعْقاع ابن حَكيم، وزيد بن أسلم، والحكم بن عُتَيبة، وحَبيب بن أبي ثابت، وأبو الأسود محمد بن عبدالرحمن بن نَوْفل، ومُسْلم البَطين، ويحيى بن سعيد الأنصاريّ، وهشام بن عُروة، وعليّ بن زَيْد بن جُدْعان، وآخرون.

قال ابنُ سعد في الطبقة الثانية من تابعي أهل المدينة: أمّه أم ولد، وكان ثقةً مأموناً كثيرَ الحديث عالياً رفيعاً ورِعاً.

قال ابن عُيَيْنة، عن الزُّهريّ: ما رأيت قُرَشياً أفضل من علي بن الحُسين، وكان مع أبيه يوم قُتل وهو مريض

ينة، عن الزُّهريّ أيضاً: ما رأيتُ أحداً كنّه كان قليل الحديث.

: قال نافع بن جُبير بن مُطْعِم لعليّ بن تُجالس أقواماً دُوناً. فقال علي بن الس مَنْ أنتفعُ بمجالسته في ديني. قال: سين رجلاً له فَضْل في الدِّين.

ب، عن مالك: لم يَكنْ في أهل بيْت الله عليه وآله وسلّمَ مثْلُ عليّ بن

م: سمعت أبا بكر بن دَارِم عن بعض بكر بن أبي شيبة قال: أصحُّ الأسانيد ، عليّ بن الحسين، عن أبيه، عن عليّ.

بن زَيْد، عن يحيى بن سعيد: سمعت ، وكان أفضل هاشميّ أدركتُه.

ـريُّ: قلتُ لأبي داود: سمع علي بن نة؟ قال: لا سمعتُ أحمد بن صالح بن الحسين وسِنُّ الزُّهري واحد.

سعيد بن المُسَيِّب قال: ما رأيت أورَع

،: مدنيٌّ تابعيٌّ ثقة.

ة بن أسماء: ما أكلَ عليّ بن الحسين بقرابته من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دِرْهماً قط.

وقال إبراهيم بن محمد الشّافعيُّ، عن ابن عُيَيْنة: حجّ عليّ بن الحُسين، فلمّا أحرَم واستوت به راحلتُه اصفرَّ لونُهُ وانتفض ووقَعَ عليه الرِّعدة، ولم يَسْتطع أن يُلَبّي، فقيل له: ما لك لا تُلَبّي؟ فقال: أخشى أن أقولَ لَبّيك، فيُقال لي: لا لَبّيك، فقيل له: لا بُدَّ من هذا، فلمّا لبّى غُشِيَ عليه، وسَقَط من راحلته، فلم يزل يَعْتريه ذلك حتى قضى حَجّه.

وقال مصعب الزُّبيريُّ، عن مالك: ولقد أحرَم علي بن الحُسين، فلمّا أراد أن يقولَ: لبيك، قالها فأُغمِيَ عليه حتى سَقَط من ناقته، فهُشِم. ولقد بَلَغني أنه كان

يُصَلّي في كل يوم وليلة ألف رَكْعة إلى أن مات، وكان يُسَمّى زينَ العابدين لِعبادَتِه.

وقال حجاج بن أرطاة، عن أبي جعفر أنّ أباه عليّ بن الحُسين قاسمَ اللهَ ماله مرّتين، وقال: إنّ الله يُحبُّ المؤمنَ المُذْنِبَ التّوّاب.

وقال يُونس بن بُكَيْر، عن محمد بن إسحاق: كان ناس من أهل المدينة يَعيشون لا يَدْرون من أين كانَ مَعاشهم، فلمّا ماتَ عليّ بن الحُسين فقدوا ما كانوا يُؤتَون به من الليل.

وقال عليّ بن موسى الرِّضا، عن قال: قال عليّ بن الحسين: إني لأستح الأخ من إخواني، فأسأل الله له الجنّة وأ

وقال عبدالعزيز بن أبي حازم، عليّ بن الحُسين يُسأل: كيف كانت م من رسول الله صلى الله عليه وآله وسلّ القَبْر، وقال: منزلتُهما منه السّاعة.

وقال الثَّوريُّ، عن عُبيدالله بن مَوْهَب: جاء قومٌ إلى عليّ بن الحُسَ فقال: ما أكْذبكم وأجْرأكم على الله، قوْمنا، فحسْبُنا أن نكونَ من صالحي أ

وعن موسى بن طَرِيف قال: اسْتَ عليّ بن الحُسين، فأغضى عنه، فقال فقال: وعَنْك أغضي.

قال يعقوب بن سُفيان: وُلدَ علِيّ ثلاث وثلاثين.

وقال ابنُ عُيَيْنة، عن الزُّهريّ: كان مع أبيه يوم قُتل وهو ابن (٢٣) سنة.

وكذا قال الزُّبير عن عمّه.

وقال يعقوب بنُ سُفيان، عن إبراهيم مَعْن بن عيسى: تُوفّي أنس بن مالك، وعُروة، وأبو بكر بن عبدالرحمن بن الحـ

وقال أبو نُعَيْم وغيره: سنة (٢).

وقال ابنُ نُمير، وعَمرو بن عليّ، ويحيى بن معين،

وجماعة: سنة (٤).

وقال المَدَائنيُّ: مات سنة (١٠٠)، وقيل: سنة (٩٩).

وقال ابنُ عُيَيْنة، عن جعفر بن محمد، عن أبيه: مات عليّ بن الحسين وهو ابن (٥٨) سنة.

قلت: مقتضاه أن يكون مات سنة (٩٤) أو (٩٥)، لأنّه ثَبَت أنّ أباه قُتل وهو ابن (٢٣) سنة، وكان قتلُ أبيه يوم عاشوراء سنة (٦١).

تهذيب التهذيب

تصنيف

الحافظ أبي الفضل أحمد بن علي بن حجر شهاب الدين العسقلاني الشافعي

ولد سنة ٧٧٣هـ - توفي سنة ٨٥٢هـ

باعتناء

إبراهيم الزيبق عادل مرشد

الجزء الثالث

مؤسسة الرسالة

روى عن: أبيه، وهشام بن سعد، وأبي عِصْمة نوح بن أبي مريم الجامع، وعبدالله بن عمر العُمَريّ، وابن

اس کے ساتھ ساتھ اور کئی اکابرین کے بارے میں موجود ہے کہ وہ دن میں کئی کئی سو یا ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے،

امام احمد بن حنبلؒ دن میں 300 رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اس بات کو غیر مقلدین کے مشہور محدث زبیر زئی نے ماہنامہ الحدیث میں نقل کر کے اسکو صحیح تسلیم کیا۔ (الحدیث: 13/26، حلیۃ الاولیاء: 142/9، تہذیب الکمال: 1/458)

نظر آتے۔ وہ بازاروں میں چلنا ناپسند کرتے تھے۔ (مناقب احمد ص ۲۸۰ وسندہ صحیح)

۶۔ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں:

''جب میرے ابا بڑی عمر کے اور بوڑھے ہوگئے تو قراءتِ قرآن اور ظہر وعصر کے درمیان کثرتِ نوافل میں (اور زیادہ) مصروف ہوگئے۔ میں جب اُن کے پاس جاتا تو نماز سے رُکتے، کبھی بات کرتے اور کبھی خاموش رہتے۔ یہ دیکھ کر جب میں باہر جاتا تو دوبارہ نماز شروع کردیتے تھے۔ میں دیکھتا کہ وہ کثرت سے خفیہ طور پر قراءتِ قرآن میں لگے رہتے تھے۔''
(مناقب الامام احمد ص ۲۸۸ وسندہ صحیح)

۷۔ ابوبکر المروذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں تقریباً چار مہینے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) کے ساتھ معسکر (جہادی چھاؤنی) میں رہا ہوں۔ آپ رات کا قیام اور دن کی قراءت کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔ آپ ختمِ قرآن کب کرتے تھے مجھے اس کا پتا نہیں چلتا تھا کیونکہ آپ اسے خفیہ رکھتے تھے۔''
(مناقب احمد ص ۱۹۸ وسندہ صحیح)

۸۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میرے ابا روزانہ دن رات میں تین سو (۳۰۰) نوافل پڑھتے تھے۔ جب کوڑے لگنے کے بعد بیمار ہو کر کمزور ہوگئے تو روزانہ دن رات میں ایک سو پچاس رکعتیں پڑھتے۔ آپ اَسّی (سال کی عمر) کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ روزانہ قرآنِ مجید کا ساتواں حصہ تلاوت فرماتے، ہر ساتویں دن تکمیلِ قرآن کرتے۔ ہر ہفتے آپ کا ایک ختم مکمل ہوجاتا تھا۔ آپ عشاء کی نماز کے بعد تھوڑا سا سوتے پھر صبح تک نماز اور دعا میں مصروف رہتے۔'' (مناقب احمد ص ۲۸۶ وسندہ صحیح)
آپ بچپن سے ہی شب بیدار تھے۔ دیکھئے کلماتِ توثیق: ۹۲

۹۔ آپ بہت ہی تھوڑا کھانا کھاتے تھے جیسا کہ (آپ کے شاگرد) ابوبکر المروذی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ دیکھئے مناقب احمد (ص ۳۷۳ وسندہ صحیح)

۱۰۔ امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(عباسی خلیفہ) متوکل نے آپ (احمد بن حنبل) کو بلایا۔ جب آپ اس کے پاس پہنچے تو اس (متوکل) نے حکم دیا کہ محل خالی کر کے آپ (احمد) کے لئے بچھونے (قالین) بچھا دیئے جائیں۔ روزانہ اس کے دسترخوان پر طرح طرح کی چیزیں ہوتی تھیں۔ اُس نے مطالبہ کیا کہ میرے بچوں (شہزادوں) کو حدیث سنائیں لیکن امام احمد نے انکار کردیا۔ آپ اس کے قالینوں پر نہیں بیٹھے اور نہ اس کے دسترخوان کی طرف (کبھی) نظر اُٹھا کر دیکھا۔ آپ روزے سے رہتے تھے۔ جب افطاری کا وقت آتا تو اپنے (شاگرد) ساتھی کو کہتے کہ میرے لئے لوبیے کا شوربا خرید کر لے آ۔ آپ اس سے روزہ افطار کرتے تھے۔ کئی دنوں تک آپ اسی حال میں رہے۔ اہلِ سنت میں سے علی بن الجہم [نامی ایک شخص] (امام) احمد
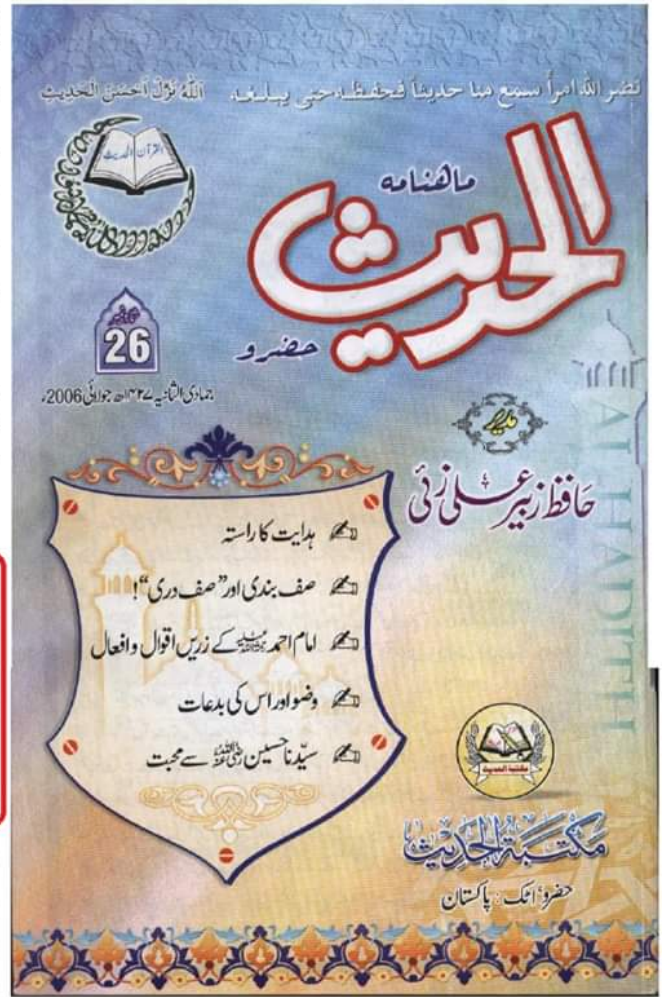
اس کے ساتھ ساتھ اور کئی اکابرین کے بارے میں موجود ہے کہ وہ دن میں کئی کئی سو یا ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے،

امام احمد بن حنبلؒ دن میں 300 رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اس بات کو غیر مقلدین کے مشہور محدث زبیر زئی نے ماہنامہ الحدیث میں نقل کر کے اسکو صحیح تسلیم کیا۔ (الحدیث: 13/26، حلیۃ الاولیاء: 142/9، تہذیب الکمال: 1/458)

امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف میں نقل کیا کہ عمیر بن ہانی دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔(ترمذی:3415)

علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا کئی کتب میں موجود ہے۔(مسند ربیع:286/1،کتاب الثقات لابن حبان:160/5،تہذیب الکمال:38/21،سیر اعلام النبلاء:252/5،تہذیب التہذیب 312/7) پر نقل کیا ہے

اس کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کے حافظ محدث روپڑی نے منصور حلاج کا ایک دن میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرنا نقل کیا ہے۔(فتاوی اہلحدیث:54/1،فتاوی ثنائیہ مدنیہ:768/1)

السلسلة الجديدة من مطبوعات دائرة المعارف العثمانية ١/١٦/٤

كتاب الثقات

للامام الحافظ محمد بن حبان بن أحمد أبي حاتم
التميمي البستي
(المتوفى سنة ٣٥٤هـ = ٩٦٥م)

طبع
باعانة وزارة المعارف للحكومة العالية الهندية

تحت مراقبة
الدكتور محمد عبد المعيد خان مدير دائرة المعارف العثمانية

الطبعة الأولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدرآباد الدكن الهند
١٣٩٣هـ — ١٩٧٣م

محسن اقبال

أهل المدينة و عبادهم ، يروى عن جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم . روى عنه الزهرى و[١] أهل المدينة ، مات سنة ثنتين و تسعين و له ثمان و خمسون سنة ، و قد قيل : إنه مات سنة أربع و تسعين ، [و امه أم ولد ، و كان ـ[٢]] يقال [بالمدينة : إن على بن الحسين ـ[٢]] سيد العابدين ٥ [فى ذلك الزمان ـ[٢]] .

{ على[٣] } بن عبد الله بن عباس بن عبد المطلب الهاشمى ، كنيته أبو محمد ، و قد قيل : أبو عبد الله[٤] ، ولد ليلة قتل على بن أبى طالب فسمى باسمه ، يروى عن أبيه ، روى عنه الزهرى و ابنه محمد بن على ، و كان من العباد يصلى فى كل يوم ألف ركعة ، و كان يخضب بالوسمة ، مات بالشام سنة ١٠ ثمان عشرة و مائة ، و قد قيل : سنة أربع عشرة و مائة ، و قد قيل : سنة سبع عشرة و مائة ، [أمه [٥] زرعة بنت مشرح[٥] بن معديكرب ـ[٢]] .

١٠٥/ب / { على[٦] } بن ربيعة الوالبى الأسدى ، و والبة من أسد بن خزيمة ، كنيته أبو المغيرة ، عداده فى أهل الكوفة ، يروى عن على و ابن عمر ، روى عنه سعيد بن عبيدة و سلمة بن كهيل ، [و هو على بن ربيعة بن لقيط بن ١٥ ربيعة بن خالد بن مالك بن عامر بن خراش بن نمير بن والبة بن الحارث ابن ثعلبة بن دودان بن أسد بن خزيمة ـ[٢]] .

(١) من ظ و م ، و فى الأصل : من ـ خطأ (٢) من ظ و م (٣) له ترجمة فى التاريخ الكبير ٣/٢/٢٨٢ (٤) زيد فى التهذيب ٧/٣٥٧ و يقال أبو الفضل . (٥ ـ ٥) من نسب قريش ص ٢٩ و الطبقات لابن سعد ٥/٢٢٩ ، و فى ظ و م : بنت زرعة بن مسروح (٦) له ترجمة فى التاريخ الكبير ٣/٢/٢٧٣ .